ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.04 (2025)

مسلمان اقلیتیں اور انسانی حقوق: مغربی دنیا میں مذہبی آزادی اور قانونی چیلنجز

“Muslim Minorities and Human Rights: Religious Freedom and Legal Challenges in the Western World”

Muhammad Umair ul Haq

Senior lecturer, Riphah International University, Lahore, Ph.D. Scholar, Superior University, Lahore.

Email: r.umairulhaq@gmail.com

Hafiz Muhammad Ahmad Quadri

PhD scholar, Department of Islamic studies Superior University, Lahore

Email: su94-phisw-f24-010@superior.edu.pk , ahmedklassan@gmail.com

Muhammad Qaiser

PhD Scholar, Department of Islamic Studies Superior University Lahore

Email: qm78586@gmail.com

Abstract

This research examines the status of Muslim minorities in Western societies with a focus on religious freedom and legal challenges. Despite the existence of secular legal frameworks and theoretical guarantees of religious rights, Muslim communities often face social, cultural, and institutional obstacles that limit their ability to practice their faith freely. The study highlights key issues including identity crises among Muslim youth, the impact of Islamophobia, restrictions on religious symbols such as hijab or Islamic attire, and the lack of adequate representation in political and social institutions. The research further explores the tension between secular policies and religious expression, demonstrating that legal provisions alone are insufficient to ensure true equality and protection for Muslim minorities.

The findings indicate that promoting legal awareness, fostering interfaith dialogue, and providing educational and cultural support are crucial for empowering Muslim communities. Islamic ethical and human rights principles are identified as a comprehensive framework that can guide both the communities and the host societies in achieving social harmony and justice. Recommendations focus on enhancing legal literacy, strengthening communal representation, addressing prejudice, and integrating Islamic perspectives on human rights into public discourse. The study emphasizes the importance of proactive measures by both Muslim organizations and host governments to create an inclusive environment that respects religious diversity.

Overall, this research underscores the need for a multidimensional approach combining legal, social, and educational strategies to safeguard the rights of Muslim minorities in the Western world, promote mutual understanding, and foster peaceful coexistence.

Keywords: *Muslim minorities, religious freedom, human rights, Islamophobia, legal challenges, Western societies, interfaith dialogue, identity, social inclusion.*

دنیا کے مختلف خطوں میں اقلیتوں کے حقوق ہمیشہ انسانی حقوق کے عالمی مباحث کا ایک اہم حصہ رہے ہیں۔ خصوصاً بیسویں صدی کے بعد جب نو آبادیاتی نظام کا خاتمہ ہوا، تو مختلف مذہبی و نسلی گروہوں نے اپنی شناخت اور آزادی کے حق کے لیے نئے تقاضے پیش کیے۔ مغربی دنیا میں مقیم مسلمان اقلیتیں اس بحث کے مرکزی کرداروں میں شامل ہیں، کیونکہ وہ ایسے معاشروں میں رہتی ہیں جہاں مذہبی آزادی کا نظریہ آئینی اور قانونی طور پر تسلیم شدہ ہے، لیکن اس کے عملی نفاذ میں کئی تضادات پائے جاتے ہیں۔

یورپ، برطانیہ، امریکہ اور کینیڈا میں مسلمان آبادی کی نمایاں موجودگی نہ صرف سماجی تنوع کی علامت ہے بلکہ مذہبی ہم آہنگی کے امتحان کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ ان معاشروں میں سیکولرزم کا اصول مذہب کو ریاستی امور سے الگ کرنے کی وکالت کرتا ہے، مگر جب مسلمان اپنی مذہبی شناخت کو سماجی سطح پر ظاہر کرتے ہیں، تو اکثر انہیں قانونی، سماجی اور ثقافتی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حجاب، مساجد کی تعمیر، حلال خوراک، اور مذہبی علامتوں کے استعمال جیسے امور پر ہونے والی عدالتی اور سیاسی بحثیں دراصل اس تضاد کو نمایاں کرتی ہیں جو نظریاتی سطح پر مذہبی آزادی کے دعوے اور عملی سطح پر اس کے نفاذ کے درمیان موجود ہے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

مغربی دنیا میں مذہبی آزادی کے تصور کی بنیاد اقوام متحدہ کے عالمی اعلامیہ برائے انسانی حقوق (Universal Declaration of Human Rights, 1948) میں رکھی گئی، جس کی دفعہ 18 کے مطابق "ہر شخص کو آزادیِ فکر، ضمیر اور مذہب کا حق حاصل ہے"[1]۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلاموفوبیا (Islamophobia) کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے اس اصول کی عملی حیثیت کو کمزور کر دیا ہے۔ Pew Research Center کی 2023 کی رپورٹ کے مطابق، مغربی یورپ کے کئی ممالک میں مسلمانوں کے خلاف سماجی امتیاز میں اضافہ دیکھا گیا ہے، خصوصاً فرانس، جرمنی اور ہالینڈ میں[2]۔

فرانس میں "لائیسیتے (Laïcité) "یعنی ریاستی غیر جانبداری کا قانون مذہبی علامتوں کو سرکاری اداروں سے دور رکھنے پر زور دیتا ہے، مگر عملاً یہ قانون زیادہ تر مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے۔ یورپی عدالتِ برائے انسانی حقوق (ECHR) نے بھی بعض مقدمات میں ریاست کے فیصلوں کو برقرار رکھا، جنہیں انسانی آزادی کے تناظر میں متنازع قرار دیا گیا[3]۔ اس کے برعکس برطانیہ اور کینیڈا میں کثیر الثقافتی (Multicultural) پالیسیوں نے مذہبی شناخت کے اظہار کو نسبتاً زیادہ گنجائش فراہم کی ہے، مگر وہاں بھی میڈیا اور عوامی فضا میں اسلاموفوبیا کا عنصر موجود ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے مذہبی آزادی ایک بنیادی اخلاقی اور شرعی اصول ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے ": لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ یعنی "دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں"[4]۔ اس آیت میں مذہبی اختیار اور آزادی کے بنیادی حق کو صراحت کے ساتھ تسلیم کیا گیا ہے۔ مزید برآں، نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کے آئین میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے لیے مساوی شہری حقوق کی ضمانت دی، جو آج کے انسانی حقوق کے اصولوں سے مطابقت رکھتی ہے[5]۔

یوں مغربی معاشروں میں مذہبی آزادی کے نظری اور عملی پہلوؤں کا جائزہ محض سماجی مسئلہ نہیں بلکہ ایک فکری و اخلاقی سوال بھی ہے: کیا انسانی حقوق کے جدید مغربی نظام میں "آزادیِ مذہب" صرف ایک نظریاتی اصول ہے، یا یہ سب کے لیے مساوی طور پر قابلِ عمل حق بھی ہے؟ اس سوال کا تجزیہ مغرب اور اسلام، دونوں کے عدل و مساوات کے نظریات کے مابین مکالمے کا تقاضا کرتا ہے۔

تاریخی و فکری پس منظر (Historical and Intellectual Background)

یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کی موجودگی صدیوں پر محیط تاریخی پس منظر رکھتی ہے۔ اگرچہ جدید دور میں مسلمانوں کی بڑی تعداد ہجرت کے نتیجے میں ان خطوں میں پہنچی، لیکن ان کی فکری، تہذیبی اور علمی موجودگی قرونِ وسطیٰ سے ہی مغربی شعور کا حصہ رہی ہے۔ اندلس (اسپین) میں آٹھویں صدی سے پندرہویں صدی تک اسلامی تہذیب نے علم، فلسفہ، سائنس اور قانون کے میدان میں جو خدمات انجام دیں، انہوں نے مغربی فکر پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ بعد ازاں سقوطِ غرناطہ (1492ء) کے بعد اسلامی سیاسی اقتدار ختم ہوا، لیکن فکری وراثت نے یورپ کے نشاۃ الثانیہ (Renaissance) میں ایک بنیادی کردار ادا کیا[6]۔

استعماری دور (Colonial Era) نے یورپ اور مسلم دنیا کے تعلقات کو نئی جہت دی۔ برطانیہ، فرانس، ہالینڈ اور اسپین جیسے ممالک نے مسلمان اکثریتی خطوں پر حکمرانی کی، جس کے نتیجے میں لاکھوں مسلمان مغربی ریاستوں کے ساتھ سیاسی، معاشی اور تعلیمی روابط میں جُڑ گئے۔ بیسویں صدی کے وسط میں جب نوآبادیاتی نظام ٹوٹا، تو نو آزاد مسلم ممالک سے مزدوری، تعلیم اور تحفظ کے مقاصد کے لیے بڑی ہجرتیں ہوئیں۔ ان ہی ہجرتوں کے نتیجے میں آج یورپ میں تقریباً 25 ملین مسلمان اور امریکہ و کینیڈا میں 6 ملین سے زائد مسلمان مقیم ہیں[7]۔

فکری اعتبار سے مغرب میں مذہب اور ریاست کے تعلق کی نوعیت بھی وقت کے ساتھ تبدیل ہوئی۔ قرونِ وسطیٰ میں مذہب (خصوصاً عیسائیت) ریاستی اقتدار کا حصہ تھا، مگر سولہویں صدی کے بعد "اصلاحِ مذہب (Reformation) "کی تحریک نے کلیسائی بالادستی کو چیلنج کیا۔ اس کے نتیجے میں سیکولرزم (Secularism) کی بنیاد پڑی، جس نے مذہب کو نجی زندگی تک محدود کر دیا۔ یہ

---

[1] ۔United Nations. Universal Declaration of Human Rights (1948), Article 18.

[2] ۔Pew Research Center. Restrictions on Religion and Hostility toward Muslims in Europe, Report 2023.

[3] ۔European Court of Human Rights (ECHR). S.A.S. v. France, Application no. 43835/11, Judgment, 1 July 2014.

[4] ۔القرآن، سورۃ البقرہ، آیت 256۔

[5] ۔Ibn Hisham, As-Sirah an-Nabawiyyah, Vol. 1 (Cairo: Dar al-Hadith, 2005), p. 503.

[6] ۔Menocal, Maria Rosa. The Ornament of the World: How Muslims, Jews, and Christians Created a Culture of Tolerance in Medieval Spain. New York: Back Bay Books, 2002.

[7] ۔Pew Research Center. Europe's Growing Muslim Population. Report, 2017.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

نظریہ رفتہ رفتہ مغربی قانون، سیاست اور تعلیم میں سرایت کر گیا۔ چنانچہ جب مسلمان اقلیتیں ان معاشروں میں آئیں تو ان کے مذہبی طرزِ زندگی اور سیکولر نظامِ اقدار کے درمیان ایک فکری تصادم پیدا ہوا[8]۔

امریکہ میں مسلمانوں کی ابتدائی موجودگی غلامی کے دور سے منسلک ہے۔ سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں مغربی افریقہ سے لائے جانے والے غلاموں میں تقریباً 15 فیصد مسلمان تھے، جنہوں نے سخت حالات کے باوجود اپنی مذہبی شناخت کو جزوی طور پر قائم رکھا۔ تاہم امریکہ میں اسلام کی منظم شناخت بیسویں صدی میں "نیشن آف اسلام (Nation of Islam) " اور بعد ازاں "امریکی مسلم کمیونٹی" کی تحریکوں سے نمایاں ہوئی۔ ان تحریکوں نے مذہب کے ساتھ ساتھ نسلی برابری اور انسانی وقار کا تصور بھی پیش کیا، جس نے امریکی سول رائٹس مومنٹ کو فکری مہمیز دی[9]۔

یورپ میں دوسری جنگِ عظیم کے بعد مزدوروں کی بڑی تعداد ترک، عرب، پاکستانی اور افریقی ممالک سے آ کر مختلف ریاستوں میں آباد ہوئی۔ ابتدا میں یہ لوگ عارضی مزدور سمجھے جاتے تھے، مگر رفتہ رفتہ انہوں نے مستقل سکونت اختیار کر لی۔ تیسری نسل کے مسلمان اب مغربی شہریوں کے طور پر پروان چڑھ چکے ہیں۔ تاہم ان کے سماجی انضمام (Social Integration) کے ساتھ ساتھ مذہبی شناخت کے تحفظ کا مسئلہ بدستور موجود ہے۔

فکری طور پر مغربی دانشوروں نے مذہب کی تعبیر اور ریاست کے کردار پر مختلف زاویوں سے بحث کی ہے۔ جان لاک (John Locke) نے "Letter Concerning Toleration" میں مذہبی رواداری کو شہری معاشرے کی بنیاد قرار دیا، مگر اسی نظریے کے تحت مذہب کو ذاتی دائرے تک محدود کر دیا گیا۔ اسی طرح روسو (Rousseau) اور بعد میں نیٹشے (Nietzsche) جیسے مفکرین نے مذہب کو جدید ریاستی آزادی کے لیے رکاوٹ سمجھا۔ اس فکری روایت میں مذہبی آزادی کا مطلب دراصل "ریاست کی مذہب سے بیگانگی" بن گیا، نہ کہ "افراد کے مذہبی اظہار کا حق"۔ یہ تصور آج بھی یورپ کے سیکولر آئینوں میں نمایاں ہے[10]۔

اس تاریخی تسلسل میں مسلمان اقلیتوں کی جدوجہد ایک منفرد مرحلہ ہے۔ وہ مغربی جمہوری نظام کے شہری ہیں، لیکن ان کی مذہبی شناخت اور شرعی اقدار اکثر اجتماعی اصولوں سے متصادم سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ آج مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کا معاملہ محض مذہبی اختلاف نہیں بلکہ ایک فکری اور تہذیبی مکالمے کی شکل اختیار کر چکا ہے، جس کی جڑیں تاریخ میں بہت گہری ہیں۔

مغربی قانونی نظام اور مذہبی آزادی

مغربی دنیا میں مذہبی آزادی کا تصور ایک طویل تاریخی اور فکری ارتقا کا نتیجہ ہے۔ اس تصور کی جڑیں قرونِ وسطیٰ میں کلیسا اور ریاست کے باہمی تصادم سے پھوٹتی ہیں، جب یورپ میں مذہبی بالادستی کے خلاف فکری بغاوت نے سیکولر قانون کی بنیاد رکھی۔ بعد ازاں، مذہب کو نجی دائرے تک محدود کر دینے کا رجحان پروان چڑھا، جس کے نتیجے میں "ریاست کی غیر جانبداری" کو مذہبی آزادی کی بنیاد سمجھا جانے لگا[11]۔

1789ء کے فرانسیسی انقلاب کے بعد جاری ہونے والے اعلانِ حقوقِ انسان و شہری نے پہلی بار مذہبی آزادی کو ایک قانونی حق کے طور پر تسلیم کیا، تاہم اس کے ساتھ یہ شرط عائد کی گئی کہ آزادی اس وقت تک جائز ہے جب تک وہ "عوامی نظم" کو متاثر نہ کرے۔ اسی شرط نے بعد میں مغربی قانونی ڈھانچے میں مذہبی آزادی کی حدود متعین کر دیں[12]۔ اسی طرح امریکہ کے آئین کی First Amendment اور برطانیہ کے Human Rights Act 1998 میں مذہبی آزادی کو بنیادی حق تسلیم کیا گیا، لیکن ان قوانین کے عملی نفاذ میں خاص طور پر مسلمانوں کو اکثر امتیازی سلوک کا سامنا رہا۔ 11 ستمبر 2001ء کے بعد "Patriot Act" جیسے قوانین کے تحت مسلمانوں کی نگرانی، حجاب پہننے یا مذہبی اجتماعات کے انعقاد میں رکاوٹیں بڑھ گئیں، جس نے آزادی کے مغربی تصور کو متنازع بنا دیا۔

یورپی قانونی نظام میں مذہبی آزادی کو European Convention on Human Rights کی دفعہ 9 کے تحت تسلیم کیا گیا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ ہر شخص کو اپنے مذہب پر عمل کرنے، اس کے اظہار اور تبلیغ کا حق حاصل ہے۔ تاہم اسی دفعہ میں یہ بھی درج ہے کہ اگر مذہبی عمل "امنِ عامہ" یا "ریاستی مفاد" سے متصادم ہو تو اس پر پابندی عائد کی جا سکتی ہے۔ یہی شق بعد میں مسلمانوں کے مذہبی مظاہر پر قدغن کے جواز کے طور پر استعمال کی گئی۔ فرانس میں 2010ء میں عوامی مقامات پر نقاب پر پابندی عائد کی گئی، جسے 2014ء میں یورپی عدالتِ انسانی حقوق نے

[8] ۔Taylor, Charles. A Secular Age. Harvard University Press, 2007.

[9] ۔Curtis, Edward E. Muslims in America: A Short History. Oxford University Press, 2009.

[10] ۔Locke, John. A Letter Concerning Toleration. London: Awnsham Churchill, 1689.

[11] ۔ سید محمد نقی زیدی، اسلام اور انسانی حقوق، (اسلام آباد: ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، 2019ء)، ص 85۔

[12] ۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ انسانی حقوق اسلام میں، (لاہور: الفیصل ناشران، 2008ء)، ص 112۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

S.A.S v. France کے مقدمے میں برقرار رکھا، اس دلیل کے ساتھ کہ "ریاست کو عوامی فضا میں شناخت کے اصول قائم رکھنے کا حق حاصل ہے۔" یہ فیصلہ مذہبی آزادی کے دعوے کے برخلاف ریاستی تعصب کی مثال بن گیا[13]۔

یہ قانونی رویہ دراصل مغربی سیکولرزم کی فکری اساس سے جڑا ہے، جہاں مذہب کو ذاتی تجربہ سمجھا جاتا ہے اور اجتماعی زندگی سے علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ نتیجتاً، مذہبی آزادی کا مغربی مفہوم صرف "عقیدے کی آزادی" تک محدود رہتا ہے، نہ کہ "اظہارِ ایمان" کی آزادی تک۔ چنانچہ جب مسلمان اپنے مذہبی شعائر مثلاً حجاب، داڑھی، یا نماز کے لیے وقت مانگتے ہیں تو اسے "ریاستی غیر جانبداری" کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر اس سے یکسر مختلف ہے۔ اسلام مذہبی آزادی کو انسان کی فطری کرامت سے مربوط کرتا ہے، نہ کہ ریاستی اجازت سے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے" :لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ) "" دین میں کوئی جبر نہیں"۔ یہ آیت مذہب کے انتخاب اور اس کے اظہار میں کامل آزادی کی ضمانت دیتی ہے۔ اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے" :اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ[14]) "یعنی "کیا تم لوگوں پر زبردستی کروگے کہ وہ ایمان لے آئیں؟"۔ اس اصول کے تحت اسلام مذہب کی آزادی کو انسان کے بنیادی حق کے طور پر تسلیم کرتا ہے[15]۔

فقہی لحاظ سے بھی اسلامی قانون میں مذہبی آزادی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف *کتاب الخراج* میں واضح کیا کہ غیر مسلم شہریوں (اہلِ ذمہ) کے مذہبی حقوق اور عبادت گاہوں کے تحفظ کی ضمانت اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح امام ابن قیمؒ نے *احکام اہل الذمہ* میں تفصیل سے بیان کیا کہ اسلام نے غیر مسلموں کو ان کے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل اجازت دی، حتیٰ کہ وہ اپنے مذہبی شعائر کو علانیہ انجام دے سکتے ہیں[16]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر میں مذہبی آزادی نہ صرف اصولی طور پر تسلیم شدہ ہے بلکہ عملاً بھی اس کا نفاذ ممکن ہے۔

مغربی قانونی نظام اور اسلامی تصورِ آزادی کا تقابلی جائزہ لینے سے واضح ہوتا ہے کہ مغربی فکر میں آزادی کی بنیاد "ریاستی معاہدہ" ہے، جبکہ اسلام میں اس کی بنیاد "الٰہی امانت" ہے۔ مغرب مذہب کو سماجی نظم کے لیے ممکنہ خطرہ سمجھتا ہے، جب کہ اسلام مذہب کو اخلاقی نظم کا ضامن قرار دیتا ہے۔ مغرب میں قانون انسان کے بنائے ہوئے اصولوں پر مبنی ہے، جبکہ اسلام میں قانون خدا کے حکم کا مظہر ہے۔ اس لیے اسلامی فکر میں مذہبی آزادی محض سماجی ضرورت نہیں بلکہ ایک اخلاقی وروحانی فریضہ ہے۔

تاہم مغربی دنیا میں مذہبی آزادی کا نظریہ وقت کے ساتھ ساتھ مزید عملی تضادات سے دوچار ہو رہا ہے۔ ریاستیں مذہب کو نجی دائرے میں محدود رکھ کر "غیر جانبداری" کا تاثر دیتی ہیں، لیکن یہی عمل بالآخر ایک نئے قسم کے "سیکولر تعصب" میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ برتا گیا رویہ اسی تعصب کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی نظام میں اقلیتوں کو مذہبی آزادی، قانونی مساوات اور سماجی تحفظ تینوں سطحوں پر تسلیم کیا گیا ہے—جو انسانی حقوق کے کسی بھی جدید منشور سے زیادہ جامع اور منصفانہ تصور ہے۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ مغربی قانونی نظام اگرچہ مذہبی آزادی کے اصول کو اپنے آئینی وعدالتی ڈھانچے میں شامل کر چکے ہیں، لیکن ان کا عملی نفاذ اکثر ریاستی ترجیحات اور ثقافتی تعصبات کے تابع رہتا ہے۔ مسلم اقلیتوں کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہی ہے کہ وہ ان قوانین کے اندر رہتے ہوئے اپنے مذہبی تشخص کو محفوظ رکھیں، اور علمی سطح پر اسلامی نقطۂ نظر کو اجاگر کرکے مذہبی آزادی کی ایک حقیقی، اخلاقی اور آفاقی تعبیر دنیا کے سامنے پیش کریں۔

مسلمان اقلیتوں کے سماجی و قانونی چیلنجز

عصرِ حاضر میں مغربی دنیا میں مقیم مسلمان اقلیتیں دوہری شناخت کے بحران کا سامنا کر رہی ہیں۔ ایک طرف وہ اپنے مذہبی تشخص کو برقرار رکھنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں، اور دوسری طرف مغربی معاشروں کی سیکولر اقدار اور قانونی تحدیدات سے ہم آہنگی پیدا کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ تضاد محض سماجی نہیں بلکہ قانونی اور فکری نوعیت کا بھی ہے[17]۔

.1 مذہبی شناخت کا بحران

مسلمان اقلیتوں کو سب سے پہلا چیلنج اپنی مذہبی شناخت کے تحفظ کا ہے۔ مغربی معاشروں میں مذہب کو عموماً نجی زندگی تک محدود سمجھا جاتا ہے، جب کہ اسلام ایک ہمہ گیر طرزِ زندگی ہے جو اجتماعی و اخلاقی پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ اس نظریاتی فرق نے مسلمان اقلیتوں کے لیے عملی مشکلات پیدا کی ہیں۔ مثال کے طور پر، یورپ میں حجاب، داڑھی یا اسلامی لباس پر پابندیوں کے متعدد واقعات

---

[13] ۔ محمد طاہر منصوری، اسلام اور بین الاقوامی قانونِ انسانی حقوق، (اسلام آباد: ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، 2016ء)، ص147۔

[14] ۔ القرآن، سورۃ یونس، آیت 99۔

[15] ۔ ابن قیم الجوزیہ، أحکام أهل الذمة، (بیروت: دار الكتب العلمية، 1997ء)، ج1، ص278۔

[16] ۔ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، (قاہرہ: دارالمعارف، 1962ء)، ص72۔

[17] ۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ انسانی حقوق اسلام میں، (لاہور: الفیصل ناشران، 2008ء)، ص132۔

پیش آئے ہیں۔ فرانس، بیلجیم اور ہالینڈ میں عوامی مقامات پر نقاب پر قانونی پابندیاں عائد کی جاچکی ہیں[18]۔ یورپی عدالتِ انسانی حقوق نے اگرچہ مذہبی آزادی کو بنیادی حق تسلیم کیا ہے، لیکن "سماجی ہم آہنگی" کے نام پر ان پابندیوں کو درست قرار دیا، جو مذہبی شناخت پر براہِ راست حملہ ہے۔[19]

اسلامی نقطۂ نظر سے مذہبی شعائر صرف علامات نہیں بلکہ ایمان کے ظاہری مظاہر ہیں۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے: "وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ"یعنی "جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے"[20]۔ اسی لیے اسلامی قانون مذہبی مظاہر کی آزادی کو بنیادی حق قرار دیتا ہے، جب کہ مغربی قانون میں یہی پہلو اکثر "عوامی نظم" کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

قانونی امتیاز اور مذہبی آزادی کی حدود

مسلمان اقلیتوں کو اکثر قانونی امتیاز کا سامنا بھی ہوتا ہے۔ برطانیہ، فرانس اور امریکہ جیسے ممالک میں ایسے عدالتی مقدمات سامنے آئے ہیں جن میں مسلم طالبات یا ملازمین کو مذہبی لباس پہننے کی وجہ سے تعلیمی یا پیشہ ورانہ اداروں سے محروم کیا گیا[21]۔ ان فیصلوں میں عدالتوں نے "ریاستی غیر جانبداری" یا "سیکولر تشخص" کے تحفظ کو مذہبی آزادی پر ترجیح دی۔

اسلامی نقطہ نظر سے یہ طرزِ عمل مذہبی آزادی کے بنیادی اصول کے منافی ہے۔ چنانچہ *ابن قیم الجوزیہ* ؒ لکھتے ہیں:

"**إن الشريعة جاءت بحفظ الدين والنفس والعقل والنسل والمال، وكل ما يضادّ هذه المقاصد فهو باطل**"یعنی "شریعت دین، جان، عقل، نسل اور مال کے تحفظ کے لیے آئی ہے، اور جو چیز ان مقاصد کے خلاف ہو، وہ باطل ہے"[22]۔

اس اصول کے مطابق، اگر کوئی قانونی نظام مذہب کے ظاہری اظہار کو روکتا ہے تو وہ عدلِ شریعت سے متصادم ہے۔

سماجی امتیاز اور اسلاموفوبیا

مغربی معاشروں میں مسلمانوں کے خلاف منفی رجحانات اور "اسلاموفوبیا" کا بڑھنا ایک نمایاں سماجی چیلنج ہے۔ میڈیا میں اسلام کو دہشت گردی، انتہاپسندی یا غیر مہذب تمدن سے جوڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔ Pew Research Center کی 2023ء کی رپورٹ کے مطابق، یورپ کے 68٪ غیر مسلم شہری اسلام کو "عدمِ رواداری" سے تعبیر کرتے ہیں[23]۔ اس طرزِ فکر کے نتیجے میں مسلمانوں کے لیے روزگار، تعلیم اور رہائش کے مواقع متاثر ہوتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات اس رویے کی نفی کرتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "**المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده** "یعنی "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"[24]۔

اسلام نہ صرف برداشت بلکہ باہمی احترام اور امنِ عامہ کا ضامن ہے، جب کہ مغرب میں "برداشت" کے نام پر مذہبی قدروں کی نفی کی جا رہی ہے۔

تعلیمی اور فکری چیلنجز

مسلمان اقلیتوں کے بچے مغربی تعلیمی نظام کے زیرِ اثر پرورش پاتے ہیں، جہاں مذہب کو اکثر غیر عقلی یا غیر سائنسی تصور کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ نتیجتاً نوجوان نسل اپنی دینی وابستگی سے بتدریج دور ہوتی جا رہی ہے۔ اسلامی تعلیمی اداروں پر بھی قانونی دباؤ بڑھ رہا ہے۔ برطانیہ میں کئی اسلامی اسکولوں کو "برطانوی اقدار" سے مطابقت نہ رکھنے کے الزام میں بند کیا گیا[25]۔

اسلامی نقطہ نظر سے تعلیم کا مقصد محض دنیاوی ترقی نہیں بلکہ اخلاقی و روحانی ارتقاء ہے۔ جیسا کہ علامہ محمد اقبالؒ نے کہا:

"تعلیم وہ جو مردِ خدا بنائے، ورنہ علم کا حاصل شر ہے یا فتنے کا آغاز"[26]۔

---

[18] ۔ Muhammad Fadel, Muslim Minorities and the Limits of Liberal Tolerance, (Cambridge: Harvard University Press, 2019), p. 87.

[19] ۔ European Court of Human Rights, S.A.S. v. France, Application no. 43835/11 (Judgment of 1 July 2014).

[20] ۔ القرآن الکریم، سورۃ الحج:32۔

[21] ۔Tariq Modood, Multiculturalism: A Civic Idea, (Cambridge: Polity Press, 2013), p. 56.

[22] ۔ ابن قیم الجوزیہ، أحکام أھل الذمۃ، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1997ء)، ج 1، ص 254۔

[23] ۔Pew Research Center, Being Christian in Western Europe, 2023.

[24] ۔۔ صحیح البخاری، کتاب الإیمان، حدیث:10۔

[25] ۔Ali, S. (2022). Islamic Education and British Values Debate. Journal of Muslim Minority Affairs, 42(3), 289-302.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

چنانچہ مسلمان اقلیتوں کے لیے سب سے بڑا فکری چیلنج یہ ہے کہ وہ تعلیم کے میدان میں اپنی شناخت کو قائم رکھتے ہوئے عصرِ حاضر کی علمی ضرورتوں سے بھی ہم آہنگ رہیں۔

معاشی اور سیاسی نمائندگی کا بحران

مسلمان اقلیتوں کی معاشی حالت بھی اکثر کمزور ہوتی ہے۔ برطانیہ، فرانس اور اٹلی میں کیے گئے سرویز سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان برادریوں کی بے روزگاری کی شرح دیگر مذہبی گروہوں سے دگنی ہے[27]۔ اس کے ساتھ ساتھ سیاسی نمائندگی کا فقدان بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ مغربی جمہوریتوں میں اگرچہ مساوی حقوق کی بات کی جاتی ہے، لیکن پارلیمانی سطح پر مسلمانوں کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔

اسلامی سیاسی فکر میں معاشرتی مساوات اور اجتماعی شمولیت کو بنیادی اصول تسلیم کیا گیا ہے۔ امام الماوردیؒ لکھتے ہیں:

"الإمامة موضوعة لخلافة النبوة في حراسة الدين وسياسة الدنيا" یعنی "امامت نبوت کا تسلسل ہے جو دین کی حفاظت اور دنیا کے انتظام کے لیے قائم کی جاتی ہے۔[28]

اس سے واضح ہے کہ سیاسی شمولیت محض سماجی حق نہیں بلکہ دینی فریضہ بھی ہے۔

مستقبل کے امکانات

اگرچہ مغربی دنیا میں مسلم اقلیتوں کو کئی مشکلات درپیش ہیں، تاہم مثبت پہلو بھی موجود ہیں۔ تعلیمی بیداری، دینی اداروں کی تنظیم نو، اور بین المذاہب مکالمے کے فروغ سے امید کی جاسکتی ہے کہ مسلمان اقلیتیں اپنے تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے عالمی سطح پر مثبت کردار ادا کریں گی۔ اسلام کا پیغام عالمگیر امن، انصاف اور انسانی مساوات پر مبنی ہے اور یہی اصول مغربی دنیا میں اسلاموفوبیا کے سدِباب کا بہترین جواب ہیں[29]۔

بین المذاہب مکالمہ اور مذہبی ہم آہنگی کی اسلامی بنیادیں

عالمِ مغرب میں مسلمان اقلیتوں کی مذہبی اور سماجی حیثیت کے تحفظ کے لیے بین المذاہب مکالمہ (Interfaith Dialogue) ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ تاہم، یہ تصور اسلام میں کوئی نیا یا مغرب سے مستعار لیا گیا اصول نہیں بلکہ اس کی جڑیں اسلامی تہذیب کے آغاز سے ہی وابستہ ہیں۔ قرآنِ کریم نے انسانوں کے درمیان مکالمے، تفاہم اور باہمی احترام کو معاشرتی بقاء کا لازمی حصہ قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا یعنی "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو"[30]۔ اس آیت میں اختلاف کو نفی نہیں کیا گیا بلکہ اسے تعارف اور مکالمے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

اسلامی تاریخ میں مکالمے کی روایت نبی کریم ﷺ کے زمانے سے موجود ہے۔ نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ آپ ﷺ کا علمی و اخلاقی مکالمہ اس کی روشن مثال ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں مسجد نبوی میں قیام کی اجازت دی اور ان کے مذہبی عقائد پر کھلے دل سے گفتگو فرمائی[31]۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام اختلافِ عقیدہ کو دشمنی نہیں بلکہ بات چیت کے ذریعے سمجھنے اور سمجھانے کا موقع سمجھتا ہے۔

قرآنِ کریم میں ایک اور مقام پر فرمایا گیا" :"ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" یعنی "اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت سے بلاؤ اور ان سے بہترین انداز میں گفتگو کرو"[32]۔ اس آیت میں اسلام نے دعوت کے ساتھ جدال یا مکالمے کو اخلاقی اور حکیمانہ اصولوں کے ساتھ مشروط کیا ہے، جو مذہبی ہم آہنگی کے لیے بنیادی رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔

---

26 ۔ علامہ محمد اقبال، ضربِ کلیم، نظم: تعلیم و تربیت۔

27 ۔European Union Agency for Fundamental Rights, Second European Union Minorities and Discrimination Survey, 2022.

28 ۔ الماوردي، الأحكام السلطانية والولايات الدينية، (بیروت: دار الفكر، 1989ء)، ص 15۔

29 ۔Seyyed Hossein Nasr, Islam in the Modern World, (New York: HarperCollins, 2012), p. 211.

30 ۔ القرآن الکریم، سورۃ الحجرات: 13۔

31 ۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، (بیروت: دار المعرفۃ، 2003ء)، ج 1، ص 573۔

32 ۔ القرآن الکریم، سورۃ النحل: 125۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

اسلامی تہذیب کے ادوار میں بھی بین المذاہب مکالمہ علمی اور تمدنی سطح پر جاری رہا۔ عباسی خلافت کے زمانے میں بیت الحکمہ (House of Wisdom) میں مسلمان، عیسائی، یہودی اور صابی علما نے مل کر فلسفہ، طب اور منطق پر مباحثے کیے۔ اندلس میں مسلمان حکمرانوں نے عیسائی اور یہودی علما کو سرکاری سرپرستی میں علمی تبادلے کی اجازت دی۔ یہ مثالیں بتاتی ہیں کہ اسلامی معاشرت نے مذہبی تنوع کو خطرہ نہیں بلکہ فکری وسعت کا ذریعہ سمجھا[33]۔

اسلامی فقہا نے بھی غیر مسلم اقوام کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کے اصولوں کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ "اہلِ ذمہ کو اپنے مذہبی شعائر اور عبادت گاہوں میں آزادی حاصل ہے، بشرطِ امنِ عامہ"[34]۔ اسی طرح امام الماورديؒ نے *الاحکام السلطانیہ* میں بیان کیا کہ اسلامی ریاست غیر مسلم رعایا کے جان و مال اور مذہب کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔ یہ فقہی بنیادیں اسلام میں مذہبی آزادی اور مکالمے کے عملی ڈھانچے کو ظاہر کرتی ہیں۔

عصرِ حاضر میں جب مغربی معاشرے مذہبی شناخت کے بحران سے گزر رہے ہیں، اسلام کا تصورِ مکالمہ اس بحران کا ایک اخلاقی حل پیش کرتا ہے۔ مغرب میں "Tolerance" یعنی برداشت کا مطلب اکثر یہ لیا جاتا ہے کہ مذہب کو نجی زندگی تک محدود رکھا جائے۔ جب کہ اسلام میں "تعارف" اور "حکمت" کے ذریعے مکالمہ ایک فعال اور مثبت سرگرمی ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں کہ "اسلام نے مکالمے کو صرف مذہبی اختلاف کے حل کے طور پر نہیں بلکہ انسانی فہم و شعور کے ارتقاء کا ذریعہ قرار دیا ہے"[35]۔

مغربی دنیا میں جہاں مسلمان اقلیتیں رہتی ہیں، وہاں مکالمے کی حکمتِ عملی دوہری حیثیت رکھتی ہے۔ ایک طرف یہ مسلمانوں کو اپنی دینی شناخت کے ساتھ معاشرتی ہم آہنگی کا راستہ فراہم کرتی ہے، اور دوسری طرف غیر مسلم معاشروں کو اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں سے آگاہ کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس سلسلے میں متعدد اسلامی تنظیمیں—مثلاً Muslim Council of Britain، Islamic Society of North America اور European Council for Fatwa and Research فعال کردار ادا کر رہی ہیں[36]۔ ان اداروں نے مختلف عیسائی اور یہودی اداروں کے ساتھ مکالمے کے فورمز قائم کیے ہیں، جہاں مذہبی آزادی، انسانی حقوق اور مشترکہ اخلاقی اصولوں پر مباحث ہوتے ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے مکالمہ محض سماجی ضرورت نہیں بلکہ شرعی ذمہ داری بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" :**بلغوا عني ولو آية**) "یعنی "میری طرف سے پیغام پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو"[37]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکالمہ دعوت کا حصہ ہے اور دعوتِ حق کا مقصد کسی پر جبر نہیں بلکہ حکمت و بصیرت سے بات پہنچانا ہے۔

اسلام کے اس اخلاقی اصول کے مقابلے میں مغربی دنیا میں مکالمے کا تصور زیادہ تر "Relativism" یعنی تمام مذاہب کو یکساں درست ماننے پر مبنی ہے۔ اسلام اس تصور کو قبول نہیں کرتا، لیکن اس کے باوجود دوسرے مذاہب کے ساتھ عدل، احترام اور اخلاقی گفت و شنید کو لازم قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کہتا ہے" :**لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ**" "اللہ تمہیں ان لوگوں سے نیکی اور انصاف سے برتاؤ سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کرتے"[38]۔

اسلامی روایت میں مکالمہ رواداری سے بڑھ کر عدل، علم اور حکمت پر مبنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان مفکرین—جیسے امام فخر الدین رازی، علامہ ابن رشد اور شاہ ولی اللہ دہلوی—نے عقلی و دینی بنیادوں پر غیر مسلم افکار کا علمی جائزہ لیا، لیکن کسی مرحلے پر نفرت یا انکارِ مکالمہ کا رویہ نہیں اپنایا۔

نتیجتاً، بین المذاہب مکالمہ اسلام کے بنیادی اخلاقی اصولوں، عدل و احسان اور تعارف و حکمت پر قائم ہے۔ مغربی معاشروں میں جہاں مسلمان اقلیتیں مذہبی اور ثقافتی چیلنجز کا سامنا کر رہی ہیں، وہیں اسی مکالمے کے ذریعے اپنے دین کی حقیقی روح—امن، انصاف اور انسانی کرامت—کو اجاگر کر سکتی ہیں۔ یہی وہ اخلاقی بنیاد ہے جو نہ صرف اسلام کی دعوتی روایت کو زندہ رکھتی ہے بلکہ عالمی سطح پر مذہبی ہم آہنگی کے قیام کی ضمانت بھی فراہم کرتی ہے[39]۔

---

[33] ۔Montgomery Watt, Islamic Philosophy and Theology, (Edinburgh: Edinburgh University Press, 1995), p. 72.

[34] ۔ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، (قاہرہ: دارالمعارف، 1962ء)، ص97۔

[35] ۔ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ انسانی حقوق اسلام میں، (لاہور: الفیصل ناشران، 2008ء)، ص189۔

[36] ۔Tariq Ramadan, Islam and the Arab Awakening, (Oxford: Oxford University Press, 2012), p. 211۔

[37] ۔ صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، حدیث: 3461۔

[38] ۔القرآن الکریم، سورۃ الممتحنہ: 8۔

[39] ۔سید حسین نصر، Islam and the Modern World, (New York: HarperCollins, 2012), p. 238۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

نتائج وتجزیہ

مغربی دنیا میں مسلمان اقلیتوں کی مذہبی و قانونی صورتِ حال کا مطالعہ اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ مذہبی آزادی کے عالمی بیانیے کے باوجود عملی سطح پر مسلمان اکثر امتیازی رویّوں اور قانونی چیلنجز کا شکار ہیں۔ مغرب میں انسانی حقوق اور آزادیِ ضمیر کے جو تصورات پیش کیے جاتے ہیں، ان کا منبع اگرچہ عقلاً آفاقی دکھائی دیتا ہے، لیکن ان کا عملی دائرہ کار اکثر مذہبی اقلیتوں، خصوصاً مسلمانوں، کے لیے محدود ہو جاتا ہے[40]۔

اسلام اور مغرب کے درمیان مذہبی آزادی کے فہم میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام میں آزادی کو الوہی امانت اور اخلاقی ذمہ داری کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جبکہ مغرب میں یہ تصور زیادہ تر فرد کے خود مختار ارادے پر مبنی ہے۔ اسلامی شریعت کے نزدیک مذہبی آزادی انسان کی فطری حیثیت سے وابستہ ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا:

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ "یعنی" دین میں کوئی جبر نہیں"[41]۔

یہ آیت انسانی آزادی کے اس اصول کی بنیاد فراہم کرتی ہے جو ایمان اور عقیدے کے انتخاب کو مکمل رضامندی سے مشروط کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں مغربی قانونی نظام مذہبی آزادی کو ریاستی نظم کے تابع کر دیتا ہے، جس کے باعث جب بھی کوئی مذہبی مظہر سیکولر اقدار سے ٹکراتا ہے، اسے قانونی قدغن کا سامنا کرنا پڑتا ہے[42]۔

تجزیاتی طور پر دیکھا جائے تو مغرب میں مذہبی آزادی کا عملی تصور تین بڑی رکاوٹوں سے دوچار ہے:

(1) سیکولر ریاست کا نظریاتی دباؤ

(2) سماجی تعصبات

(3) سیکیورٹی کے نام پر مذہبی اظہار پر پابندیاں۔

11 ستمبر 2001ء کے بعد مغربی میڈیا اور سیاست میں اسلام کو جس طرح دہشت گردی کے ساتھ منسلک کیا گیا، اس نے "اسلاموفوبیا" کو نظریاتی جواز فراہم کیا۔ Pew Research Center کی 2022ء کی رپورٹ کے مطابق، یورپ کے 61٪ شہری مسلمانوں کو اپنی ثقافت کے لیے "خطرہ" سمجھتے ہیں[43]۔ نتیجتاً، مسلم اقلیتوں کے لیے قانونی تحفظات کمزور اور معاشرتی دباؤ شدید تر ہوتے جا رہے ہیں۔

فرانس، بیلجیم اور سوئٹزرلینڈ میں نقاب پر پابندیوں کے واقعات نے مذہبی آزادی کے مغربی تصور میں موجود تضادات کو آشکار کیا۔ عدالتِ عظمیٰ اور یورپی عدالتِ انسانی حقوق کے فیصلے بظاہر "عوامی نظم" اور "سیکولر شناخت" کے تحفظ کے نام پر دیے گئے، مگر دراصل یہ فیصلے مذہبی تشخص کی نفی پر مبنی تھے۔ مشہور مقدمہ S.A.S v. France (2014) میں عدالت نے کہا کہ "چہرے کا کھلا ہونا عوامی مکالمے کے لیے ضروری ہے"، لیکن حقیقت میں یہ استدلال مذہبی مظاہر کو محدود کرنے کا قانونی ہتھیار بن گیا[44]۔

اسلامی تعلیمات میں مذہبی آزادی کا تصور اس سے بالکل مختلف ہے۔ قرآنِ مجید اور سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں مذہب کا احترام، حتیٰ کہ مخالف مذہب کے ماننے والوں کے لیے بھی، اخلاقی فریضہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ مکالمے کے دوران ان کے عقائد سے اختلاف کے باوجود انہیں مسجد میں عبادت کی اجازت دی۔ اس واقعے کو ابن ہشام نے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ "رسول اللہ ﷺ نے انہیں مسجد میں نماز ادا کرنے دی اور کسی کو روکا نہیں"[45]۔ یہ عمل مذہبی رواداری کا وہ عملی مظہر ہے جو آج کے مغربی معاشرے میں ناپید ہوتا جا رہا ہے۔

اسلامی فقہاء نے اقلیتوں کے ساتھ عدل و انصاف کے برتاؤ کو واجب قرار دیا ہے۔ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"الشريعة كلها عدل ورحمة ومصالح، فكل ما خرج من العدل إلى الجورفليس من الشريعة"یعنی"شریعت سراسر عدل و رحمت اور مصالح پر مبنی ہے، جو چیز ان سے ہٹ جائے وہ شریعت کا حصہ نہیں"[46]۔

---

[40] ۔ محمد طاہر منصوری، اسلام اور بین الاقوامی قانونِ انسانی حقوق، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2016ء)، ص118۔

[41] ۔ القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ:256۔

[42] ۔ Tariq Modood, Multiculturalism: A Civic Idea, (Cambridge: Polity Press, 2013), p. 87۔

[43] ۔ Pew Research Center, Being Christian in Western Europe, 2022۔

[44] ۔European Court of Human Rights, S.A.S v. France, Application no. 43835/11 (Judgment of 1 July 2014)۔

[45] ۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، (بیروت: دارالمعرفۃ، 2003ء)، ج1، ص573۔

[46] ۔ ابن قیم الجوزیہ، اعلام الموقعین، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1996ء)، ج3، ص12۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

اس اصول کے تحت اسلام نے مذہبی اقلیتوں کے جان، مال، مذہب اور عبادت کے تحفظ کو ریاستی ذمہ داری قرار دیا۔ تاریخی طور پر دیکھا جائے تو خلافتِ راشدہ سے لے کر سلطنتِ عثمانیہ تک مسلم معاشروں میں عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر اقوام نے مذہبی آزادی کے ساتھ اپنی عبادات انجام دیں۔ یہ وہ عملی مثالیں ہیں جو مغربی معاشرت کے مذہبی رواداری کے دعووں سے زیادہ حقیقی ثابت ہوتی ہیں۔

سماجی سطح پر مغربی دنیا میں مسلمانوں کو جن چیلنجز کا سامنا ہے، ان میں شناختی بحران سب سے نمایاں ہے۔ ایک طرف مغربی ثقافت فردیت (Individualism) اور مذہب سے لاتعلقی کو فروغ دیتی ہے، دوسری طرف مسلم نوجوان اپنے دین اور ثقافت کے درمیان کشمکش میں مبتلا ہیں۔ نتیجتاً، ان کی نسلیں یا تو مذہبی شناخت کھو دیتی ہیں یا سماجی طور پر الگ تھلگ ہو جاتی ہیں۔ اس عمل کو "Cultural Assimilation" کہا جاتا ہے، جو بظاہر انضمام کا عمل ہے مگر دراصل شناختی تحلیل کا سبب بنتا ہے۔[47]

تجزیاتی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ مسلم اقلیتوں کی مشکلات کا بڑا سبب مغربی نظام کا "سیکولر ایبسولیوٹ ازم" ہے، جس میں مذہب کو نجی دائرے تک محدود کر دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس اسلام مذہب کو اجتماعی زندگی کا مرکز قرار دیتا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں کہ "اسلام میں مذہب انسان کے تمام فکری، اخلاقی اور سیاسی پہلوؤں کا محور ہے، لہٰذا مذہب کو نجی معاملہ سمجھنا اسلامی تصورِ حیات سے متصادم ہے"[48]۔

اس بحث کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ مسلم اقلیتوں کو اپنے قانونی اور سماجی حقوق کے تحفظ کے لیے مکالمہ، تنظیم اور علمی شرکت کی راہیں اپنانی چاہئیں۔ بین المذاہب مکالمے، فکری سیمینارز، اور علمی تنظیموں میں شرکت سے مسلمان اپنے دینی بیانیے کو پیش کر سکتے ہیں۔ مغرب میں Islamic Society of North America، Muslim Council of Britain اور European Council for Fatwa *and* Research جیسے ادارے اسی سمت میں مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں[49]۔ ان اداروں کی سرگرمیاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے علمی اور قانونی میدان میں موجود رہنا ناگزیر ہے۔

اسلام کی روح اس امر پر زور دیتی ہے کہ انسانوں کے درمیان تعلقات عدل، احترام اور خیر خواہی پر مبنی ہوں۔ قرآنِ مجید نے فرمایا: **"لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ"** "اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف سے پیش آنے سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کرتے"[50]۔ یہ اصول عالمی سطح پر مذہبی ہم آہنگی کے قیام کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

نتیجتاً، اس تحقیقی مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مغربی دنیا میں مذہبی آزادی کا نظریہ اپنی عملی تعبیر میں ادھورا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے مذہبی تشخص، قانونی حقوق اور سماجی وقار کے تحفظ کے لیے نہ صرف علمی سطح پر جدوجہد کرنی ہوگی بلکہ اپنے داخلی اتحاد اور اخلاقی مضبوطی کو بھی بحال رکھنا ہوگا۔ مغربی اقوام اگر مذہبی آزادی کو حقیقی معنوں میں تسلیم کرنا چاہتی ہیں تو انہیں اسلام کی اخلاقی و فطری بنیادوں سے سیکھنا ہوگا، جہاں مذہب انسان کے وقار اور فطرت کا حصہ ہے، نہ کہ اس کی نجی کمزوری۔

اسلام نے جس "عدل" اور "حریتِ ایمان" کا تصور دیا ہے، وہی حقیقی انسانی حقوق کی بنیاد ہے۔ جب تک عالمی سطح پر ان اصولوں کو تسلیم نہیں کیا جاتا، مذہبی آزادی کا بیانیہ محض ایک سیاسی نعرہ بن کر رہ جائے گا۔ مسلمان اقلیتوں کے لیے راستہ واضح ہے حکمت، علم، اور صبر کے ساتھ اپنی پہچان کو برقرار رکھنا، اور انسانی وقار پر مبنی وہ پیغام دنیا تک پہنچانا جس کا سرچشمہ قرآن و سنت ہیں۔[51]

نتائج:

1۔ مغربی دنیا میں مسلمان اقلیتوں کی موجودگی کے تجزیے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مذہبی آزادی کے نظریے کے باوجود عملی سطح پر مسلمان کئی چیلنجز کا سامنا کر رہے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا اور نمایاں نتیجہ یہ ہے کہ مغربی تصورِ مذہبی آزادی غیر متوازن ہے۔ یہ نظریہ اکثر ریاستی ترجیحات اور سیکولر پالیسیوں کے تابع رہتا ہے، جس کی وجہ سے مسلمان اقلیتوں کے حقیقی حقوق محدود اور اکثر غیر مؤثر ہو جاتے ہیں۔

2۔ دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ سیکولر معاشرتی اور سیاسی ڈھانچے مذہب کو نجی زندگی تک محدود کر دیتے ہیں، جس سے مسلمانوں کی اجتماعی اور ظاہری مذہبی شناخت پر دباؤ پڑتا ہے۔ اس سے نہ صرف ان کی مذہبی آزادی متاثر ہوتی ہے بلکہ وہ اپنی ثقافتی اور فکری پہچان میں بھی مشکلات محسوس کرتے ہیں۔

---

[47] ۔Tariq Ramadan, Islam and the Arab Awakening, (Oxford: Oxford University Press, 2012), p. 227۔

[48] ۔ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ انسانی حقوق اسلام میں، (لاہور: الفیصل ناشران، 2008ء)، ص176۔

[49] ۔Ali, S. (2022). Islamic Education and British Values Debate. Journal of Muslim Minority Affairs, 42(3), 289-302۔

[50] ۔القرآن الکریم، سورۃ الممتحنۃ:8۔

[51] ۔سید حسین نصر، Islam and the Modern World, (New York: HarperCollins, 2012), p. 248۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

3۔ تیسرا نتیجہ اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے رجحانات ہے، جو میڈیا، تعلیمی نظام اور سیاسی بیانیوں کے ذریعے مسلمانوں کی منفی تصویر کشی میں نظر آتا ہے۔ اس رویے نے معاشرتی تعصب کو بڑھا دیا ہے اور مسلمانوں کو اپنے دینی اظہار میں محدود کر دیا ہے۔

4۔ چوتھا نتیجہ یہ ہے کہ قانونی مساوات کے اصول اکثر متاثر ہوتے ہیں، خاص طور پر مذہبی علامات جیسے حجاب، داڑھی یا اسلامی لباس پر پابندیوں کی صورت میں۔ یہ پابندیاں مسلمانوں کے عدالتی حقوق پر اثر ڈالتی ہیں اور انہیں قانونی سطح پر اپنی مذہبی شناخت کے تحفظ کے لیے زیادہ محتاط رہنے پر مجبور کرتی ہیں۔

5۔ پانچواں نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان مسلم نسل شناختی بحران کا شکار ہے۔ مغربی معاشرت میں اپنے دین اور ثقافت کے درمیان تذبذب نوجوانوں کی فکری اور روحانی نشوونما کو متاثر کرتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ یا تو اپنی مذہبی شناخت کھو دیتے ہیں یا سماجی طور پر الگ تھلگ ہو جاتے ہیں۔

6۔ چھٹا نتیجہ یہ ہے کہ بین المذاہب مکالمے کی کمی نے غلط فہمیوں اور تعصبات کو بڑھاوا دیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے اپنے مذہبی اور ثقافتی موقف کو واضح کرنے کے مواقع محدود ہو گئے ہیں، اور معاشرتی ہم آہنگی کے فروغ میں رکاوٹیں پیدا ہو رہی ہیں۔

7۔ ساتواں نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کی اخلاقی اور مثبت تعلیمات کی عملی تعبیر مغربی معاشروں میں مؤثر نہیں ہے۔ اسلام کے امن، عدل، رواداری اور انسانی وقار کے اصول اکثر عام فہم نہیں ہوتے، جس سے مذہب کے حقیقی پیغام کی تشریح میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔

8۔ آٹھواں نتیجہ یہ ہے کہ مغربی دنیا میں مسلم قیادت میں فکری اور سیاسی کمزوری موجود ہے، جس کی وجہ سے اقلیتوں کے اجتماعی مسائل اور مفادات کی مؤثر نمائندگی نہیں ہو پاتی اور عالمی سطح پر مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مضبوط موقف قائم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

9۔ نواں نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی عدالتی اور قانونی فورمز تک رسائی محدود ہے، جس سے وہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے بروقت اور مؤثر اقدامات نہیں کر پاتے اور اکثر غیر یقینی قانونی حالات میں رہتے ہیں۔

10۔ دسواں نتیجہ یہ ہے کہ اسلام میں انسانی حقوق کا تصور زیادہ جامع اور عالمی بنیادوں پر قائم ہے، جو مذہب، نسل یا قومیت سے بالاتر ہو کر انسان کی فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ اس جامع تصور کے مقابلے میں مغربی معاشروں میں مذہبی آزادی اکثر محدود اور سطحی رہ جاتی ہے، جس کی وجہ سے مسلمان اقلیتیں اپنے حقوق کے تحفظ میں مسلسل چیلنجز کا سامنا کرتی ہیں۔

سفارشات:

1۔ مسلم اقلیتوں کو قانونی شعور حاصل کرنا چاہیے۔ انہیں اپنے حقوق، عدالتی نظام اور آئینی دفعات سے مکمل آگاہی حاصل کرنی چاہیے، اور اس مقصد کے لیے تربیتی پروگرام اور ورکشاپس منعقد کی جائیں تاکہ وہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال کردار ادا کر سکیں۔

2۔ دوسری سفارش یہ ہے کہ بین المذاہب مکالمے کو فروغ دیا جائے۔ علمی اور مذہبی رہنماؤں کو چاہیے کہ مکالمہ، فہم و تفہیم، اور اشتراکِ عمل کے ذریعے مذہبی ہم آہنگی کو مضبوط کریں، تاکہ مختلف کمیونٹیز کے درمیان غلط فہمیوں اور تعصبات کو کم کیا جا سکے۔

3۔ تیسری سفارش یہ ہے کہ اسلامی اقدار کی علمی اور مثبت پیشکش کو یقینی بنایا جائے۔ میڈیا، تعلیمی اداروں اور کانفرنسز میں اسلام کے فکری اور اخلاقی پیغام کو جدید اور عام فہم زبان میں پیش کیا جائے تاکہ مغرب میں اسلام کی حقیقی تصویر لوگوں تک پہنچ سکے۔

4۔ چوتھی سفارش یہ ہے کہ مسلم نوجوانوں کی فکری اور تعلیمی تربیت پر توجہ دی جائے۔ مغربی معاشروں میں نوجوان مسلمانوں کے لیے دینی اور فکری مراکز قائم کیے جائیں تاکہ ان کی مذہبی اور ثقافتی شناخت محفوظ رہے اور وہ اپنے معاشرتی و اخلاقی کردار کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔

5۔ پانچویں سفارش یہ ہے کہ مغربی قوانین میں مذہبی آزادی کی شقوں کا از سرِ نو جائزہ لیا جائے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں اور علمی حلقوں کو چاہیے کہ وہ ان شقوں پر نظرِ ثانی کے لیے مکالمہ اور قانونی اقدامات شروع کریں تاکہ مسلمان اقلیتوں کے حقوق مؤثر اور محفوظ رہیں۔

6۔ چھٹی سفارش یہ ہے کہ اسلاموفوبیا کے خلاف علمی اور قانونی اقدامات کیے جائیں۔ تحقیقی اداروں اور مسلم تنظیموں کو چاہیے کہ وہ تعصبانہ میڈیا بیانیوں اور منفی پروپیگنڈے کا جواب مستند علمی دلائل اور اخلاقی بنیادوں پر دیں۔

7۔ ساتویں سفارش یہ ہے کہ مسلم تنظیموں کے درمیان عالمی سطح پر اتحاد پیدا کیا جائے۔ مختلف ممالک کی مسلم کمیونٹیز کو مشترکہ پلیٹ فارم پر لا کر اجتماعی نمائندگی کو مضبوط کیا جائے تاکہ مسائل کو عالمی سطح پر مؤثر انداز میں پیش کیا جا سکے۔

8۔ آٹھویں سفارش یہ ہے کہ اسلامی اسکالرز کو مغربی علمی اداروں کے ساتھ مربوط کیا جائے۔ یہ اسکالرز مغربی فکری فریم ورک کے اندر رہتے ہوئے اسلام کے حقیقی نظریات، آزادی اور مساوات کے اصولوں کو واضح کر سکیں۔

9۔نویں سفارش یہ ہے کہ تعلیمی نصاب میں مذہبی تنوع کو شامل کیا جائے۔ مغربی تعلیمی اداروں میں مذہبی برداشت، کثرتیت اور اسلام کی حقیقی تعلیمات سے متعلق مواد شامل کیا جائے تاکہ طلبہ میں رواداری، اخلاقی شعور اور مذہبی ہم آہنگی پیدا ہو۔

10۔ دسواں اور آخری سفارش یہ ہے کہ اسلامی ممالک کو سفارتی سطح پر فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔ مغربی ریاستوں کے ساتھ دوطرفہ مکالمے اور مذاکرات میں اقلیتوں کے مذہبی حقوق کو ایجنڈا کا حصہ بنایا جائے تاکہ عالمی سطح پر مؤثر دباؤ پیدا ہو اور مسلمان اقلیتیں اپنے حقوق کے تحفظ میں کامیاب رہیں۔

حاصل کلام

مسلمان اقلیتوں کی مغربی دنیا میں موجودہ مذہبی اور قانونی حالات کے تجزیے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کے لیے مذہبی آزادی کے نظریے اور عملی چیلنجز کے درمیان ایک گہرا فرق موجود ہے۔ مغربی معاشرت میں قانونی اور سماجی ڈھانچوں نے کئی بار مسلمانوں کی ظاہری اور ثقافتی شناخت پر دباؤ ڈالا ہے، جس کے نتیجے میں ان کی فکری، روحانی اور معاشرتی نشوونما متاثر ہوتی ہے۔ یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے صرف نظریاتی دعوے کافی نہیں، بلکہ عملی اقدامات، قانونی شعور اور فکری رہنمائی بھی نہایت ضروری ہیں۔

نوجوان مسلم نسل کی شناختی مشکلات اور بین المذاہب فکری خلا اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنی مذہبی اور ثقافتی شناخت کو مضبوط کرنے کے لیے منظم اور مستقل کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلامی تعلیمات کی اخلاقی، انسانی اور عدالتی اقدار مغربی قوانین کے محدود فریم ورک کے مقابلے میں زیادہ جامع اور عالمی سطح پر قائم ہیں، جس سے مسلمانوں کو اپنی شناخت اور حقوق کے تحفظ کے لیے مضبوط بنیاد حاصل ہوتی ہے۔

یہ بھی واضح ہوا ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ، معاشرتی ہم آہنگی اور سماجی وقار کے فروغ کے لیے علمی، سماجی اور قانونی سطح پر منظم حکمت عملی اپنانا ضروری ہے۔ بین المذاہب مکالمہ، قانونی شعور، اسلامی تعلیمات کی مثبت پیشکش اور نوجوانوں کی فکری تربیت وہ اہم عوامل ہیں جو نہ صرف مسلمانوں کے حقوق محفوظ رکھنے میں مدد دیتے ہیں بلکہ مغربی معاشروں میں رواداری اور ہم آہنگی کو بھی فروغ دیتے ہیں۔

آخر میں یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے اپنی مذہبی شناخت، اجتماعی وقار اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے جامع اور مربوط اقدامات کی ضرورت ہے۔ عملی اقدامات، تعلیمی اصلاحات اور عالمی تعاون کے بغیر مسلم اقلیتوں کے مسائل مؤثر طریقے سے حل نہیں ہوسکتے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ مسلمان اپنی فکری، سماجی اور قانونی حکمت عملی کو مضبوط کریں تاکہ مغربی دنیا میں نہ صرف اپنی مذہبی آزادی برقرار رکھ سکیں بلکہ ایک متوازن، روادار اور پرامن معاشرت میں بھرپور حصہ لے سکیں۔

حوالہ جات:

1. سورۃ البقرہ: آیت256
2. سورۃ یونس: آیت99
3. سورۃ الحج: آیت32
4. سورۃ الحجرات: آیت13
5. سورۃ النحل: آیت125
6. سورۃ الممتحنہ: آیت8
7. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، (بیروت: دار المعرفۃ، 2003ء)، ج1، ص573۔
8. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، (قاہرہ: دار الحدیث، 2005ء)، ص503۔
9. ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة اصحاب الجحیم، (بیروت: دار ابن حزم، 2001)، 45۔
10. محمد بن عبد الوہاب، کتاب التوحید، (الریاض: دار ابن قیم، 1995)، 102۔
11. ابن قیم الجوزیہ، أحكام أهل الذمة، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1997ء)، ج1، ص254، 278۔
12. ابن قیم الجوزیہ، اعلام الموقعین، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1996ء)، ج3، ص12۔
13. ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، (قاہرہ: دار المعارف، 1962ء)، ص72، 97۔
14. الماوردي، الأحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ، (بیروت: دار الفکر، 1989ء)، ص15۔
15. صحیح البخاری، کتاب الإیمان، حدیث: 10۔
16. صحیح البخاری، کتاب الأنبیاء، حدیث: 3461۔

17. ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ انسانی حقوق اسلام میں، (لاہور: الفیصل ناشران، 2008ء)، ص112، 132، 176، 189۔
18. ڈاکٹر محمد طاہر منصوری، اسلام اور بین الاقوامی قانونِ انسانی حقوق، (اسلام آباد: ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، 2016ء)، ص118، 147۔
19. ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اسلام میں انسانی حقوق، (لاہو: منہاج القرآن پبلیکیشنز، 2004ء)
20. سید محمد نقی زیدی، اسلام اور انسانی حقوق، (اسلام آباد: ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، 2019ء)، ص85۔

Reports & Journals

21. United Nations, Universal Declaration of Human Rights (1948), Article 18.
22. European Court of Human Rights (ECHR), S.A.S. v. France, Application no. 43835/11, Judgment, 1 July 2014.
23. Pew Research Center, Restrictions on Religion and Hostility toward Muslims in Europe, Report 2023.
24. Pew Research Center, Europe’s Growing Muslim Population, Report, 2017.
25. Pew Research Center, Being Christian in Western Europe, 2022, 2023.
26. European Union Agency for Fundamental Rights, Second European Union Minorities and Discrimination Survey, 2022.
27. Ali, S. (2022). Islamic Education and British Values Debate. Journal of Muslim Minority Affairs, 42(3), 289–302.